زندہ دل لاہوریے اور پنجاب کارڈیالوجی

تحریر: سہیل احمد لون

گزشتہ دنوں پردیسوں کی اس صف میں، میں بھی شامل تھا جو عید منانے اپنے دیس آئے تھے۔ عید کے تیسرے روز ہم اپنی ماں جی اور ماسی یعنی خالہ جان کے ساتھ مرحوم بزرگوں کی آخری آرام گاہوں پر انہیں سلام کہنے چلے گئے۔ نانی اماں جان کی قبر پر پہنچے تو خالہ جان جو عارضۂ قلب میں مبتلا تھیں انہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا۔ انہیں پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں لے گئے جہاں وہ گزشتہ ایک برس سے زیرِ علاج بھی تھیں۔ ہسپتال کے ایمرجینسی شعبہ میں ان کو تین گھنٹے بعد نیند اور (رفاعِ درد) painkiller کے ٹیکے لگا کر فارغ کر دیا گیا۔ رات تکلیف میں گزری تو صبح پھر ہسپتال لے گئے تو ڈاکٹرز نے بتایا کہ انکو ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور انہیں کل ہسپتال میں داخل کرنا چاہئے تھا۔ خالہ جان کی طبیعت زیادہ خراب تھی ان کو آئی سی یو میں رکھا گیا پھر معمول کی وارڈ میں شفٹ کیا گیا۔ ان کو اگلے سال جولائی میں این۔ جی۔ او گرافی کی تاریخ دی گئی میں فطری طور پر سفارش کے بہت خلاف ہوں مگر کسی کی جان بچانے کے لیے فطرت کے خلاف جانا بھی برا نہیں سمجھتا۔ اپنی صحافی برادری سے مدد کی اپیل کی تو کچھ دیر میں ہی معاملہ حل ہو گیا اور مہینوں کا کام چند منٹوں میں ہو گیا۔ این۔ جی۔ او گرافی کی رپورٹ آئی تو پتہ چلا کہ دل کے تین والو کام نہیں کر رہے اور اس کے لیے بائی پاس سرجری کرنا پڑے گی۔ مریض شدتِ درد سے تڑپ رہا تھا اور ڈاکٹرز اور عملہ اسے ایک روٹین کی بات سمجھ کر نظر انداز کر رہے تھے۔ میں نے ڈاکٹرز کے کمرے میں جا کر ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر کو بتایا کہ آپ کے کمرے کے ساتھ والے کمرے میں میری خالہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب جو ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں صوفے پر ٹانگیں پھیلائے موبائل سے کھیلنے میں مگن تھے انہوں نے مجھے کہہ دیا کہ انہوں نے درد کم کرنے اور نیند کا ٹیکہ لگا دیا ہے اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ میں نے انہیں آئی سی یو میں شفٹ کرنے کا کہا تو بولے کہ وہاں جگہ نہیں۔ میرے زیادہ اصرار کرنے پر وہ مریض کی فائل لے کر کسی سینئر ڈاکٹر سے مشورہ کرنے کا کہہ کر چلتے بنے۔ جب کافی دیر تک کوئی ڈاکٹر نہ آیا تو میں نے نرسوں کے کمرے میں جا کر نرس سے درخواست کی کہ مریض کی حالت بہت سیریس ہے آپ ڈاکٹر صاحبان کو فون کر کے اطلاع دیں مگر اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی جس کے بعد ان کی سردھری کا جواب میں نے گرم لہجے میں دینا شروع کر دیا۔ نرس نے مریض کی جان بچانے کے لیے تو فون کو ہاتھ لگانے کی زحمت نہ کی مگر اپنے سامنے اونچا بولنے پر فون گھما کر سیکیورٹی عملہ طلب کر لیا۔ اسی دوران خالہ کے بچوں کو ہسپتال کے عملے میں سے کسی نے پرائیویٹ سرجری کروانے کا مشورہ دیا جس پر تین سے ساڑھے تین لاکھ کا خرچ آتا ہے۔ میرے چیخنے چلانے کے بعد ڈاکٹرز کی ایک ٹیم آئی۔ ایک ڈاکٹر نے صاف کہہ دیا کہ اگر پیسے نہیں تو آپ کوئی ریفرنس استعمال کریں۔ میرے مزید پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ کوئی سیاسی شخصیت ہے تو اس کا فون سرجن ڈاکٹر کو کروا دیں۔ اللہ بھلا کرے ایک سیاسی شخصیت نے فون کر دیا تو اس کے بعد واقعی تبدیلی آ گئی۔ نصف شب سرجن ڈاکٹر نے +O خون کا بندوبست کرنے کا کہا ہمیں چھ بوتلیں درکار تھیں۔ میں نے فیس بک پر خون کے عطیے کی اپیل کی اور اپنے دوست احباب سے بھی اس مہم کا حصہ بننے کو کہا۔ چند منٹوں میں خون کا عطیہ دینے والوں نے خود

ہی رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ پاکستانی عوام پر فخر محسوس ہوا جورات کے تیسرے پہر بھی کسی کی مشکل میں بے لوث خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر نے تو صرف چھ خون کی بوتلیں مانگی تھی دو گھنٹے میں چار گنا زیادہ خون دینے والے جمع تھے یہ اس کلاس کے لوگ تھے جن کا خون حکمران طبقہ اور اشرافیہ گزشتہ کئی دہائیوں سے چوستے آرہے ہیں۔ جس وقت خالہ جان کا بائی پاس آپریشن ہو رہا تھا میں جہاز میں بیٹھا لندن واپس آرہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ اگر کسی کے پاس سفارش یا پیسہ نہیں تو وہ وہاں تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہوگا۔ ہسپتال میں ان لوگوں کی ایک کثیر تعداد تھی جن کا تعلق لاہور سے نہیں تھا۔ مریض تو بستر مرگ پر تڑپ رہا ہوتا ہے اور اس کے گھر والے باہر خاک نشین، برآمدوں اور پارکوں میں خوار ہوتے ہیں۔

میں نے تقریباً آٹھ دن پنجاب کارڈیالوجی ہسپتال میں خالہ جان کے چکر میں گزارے اور المیہ یہ ہے کہ مریضوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ہسپتال کا عملہ انہیں توجہ سے دیکھ ہی نہیں پاتا۔ حیران کن طور پر دل کے مرض میں زیادہ تر نوجوان نسل مبتلا ہے ہر پندرہ بیس منٹ بعد کوئی سیریس حالت میں مریض ایمرجنسی میں لایا جاتا ہے۔ لاہور کی بڑھتی ہوئی آبادی کو مدنظر رکھتے ہوئے دل کے مریضوں کے لیے کم از کم چار ہسپتال مزید ہونے چاہئیں۔ اس کے علاوہ پنجاب کے ہر ضلع میں بھی ایک یا دو ہسپتال ہوں تو معاملہ اتنا خراب نہ ہو۔ صحت سب سے اہم ترین بنیادی ضرورت ہے جو ہماری حکومتوں کی ترجیحات میں شامل نہیں ہوتی۔ میاں صاحب سمیت ہماری اشرافیہ اپنا علاج بیرون ممالک کرواتے ہیں اگر ان کو بھی غریب عوام کی طرح دیسی ہسپتال میں علاج کروانا پڑے تو شاید ان کو عوام کی تکلیف کا احساس ہوتا۔ لاہور میں اورنج ٹرین منصوبہ لاہوریوں کے لیے عذاب بنا ہوا ہے ماحولیاتی آلودگی میں ہم پہلے ہی خود کفیل تھے اس اورنج ٹرین منصوبے کی کھدائی نے آلودگی میں مالا مال کر دیا ہے۔ میاں صاحب کا دوسرا گھر لندن میں ہے جہاں وہ اکثر تشریف لاتے ہیں چھوٹے میاں صاحب بھی یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ کم از کم یہاں سے صحت، تعلیم، پبلک ٹرانسپورٹ کی عوامی سہولتیں ہی دیکھ کر کچھ سیکھ لیں۔ میاں برادرز نے ہٹلر کی طرح پل اور روڈز بنانے پر زور دیا ہوا ہے حالانکہ سڑکوں اور پلوں کو استعمال کرنے والے انسانوں کی بنیادی ضروریات کا دھیان پہلے کرنا چاہیے۔ یورپ اور برطانیہ میں جہاں اصلی جمہوریت ہے وہاں اگر کسی کو ہارٹ اٹیک ہو جائے یا کسی جگہ حادثے کا شکار ہو جائے تو چند منٹوں میں ایمبولینس سروس اسے اٹھا کر لے جاتی ہے اور جان بچانے کا عمل شروع کرنے سے پہلے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ اس کی مالی حیثیت کیا ہے؟ مریض کے گھر والوں کو سفارش ڈھونڈنے کے لیے نہیں کہا جاتا بلکہ انسان کی جان بچانے میں انسانیت کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ عوام میں اچھا کرنے کا جذبہ بھی ہے اور ٹیلنٹ بھی مگر بدقسمتی سے ہمیں کوئی دیانتدار لیڈر ہی میسر نہیں آیا۔ جو حکمران ملک و قوم کا پیسہ لوٹ کر آف شور کمپنیاں بنانا شروع کر دیں، پاکستان میں اور بیرون ممالک محلات بنانے کے مشن پر ہوں، جن کو اپنی نسل سے باہر جمہوریت نظر نہ آتی ہو بھلا ان سے یہ توقع کیسی کی جا سکتی ہے کہ وہ عوام کے لیے صحت، تعلیم، جان و مال کا تحفظ جیسی بنیادی سہولیات پر توجہ دیں۔ عمران خان پانامہ لیکس کو بھول نہیں رہا اور جب بھی حکومت پر کسی بھی زاویے سے دباؤ بڑھنے لگتا ہے تو کوئی دہشت گردی کا سانحہ یا لائن آف کنٹرول پر چھیڑ خانی شروع ہو جاتی ہے۔ پاک بھارت عوام بنیادی سہولیات کو ترس رہے ہیں مگر ان کو جنگی جنون کی گولی دے کر وقتی طور پر مست کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دونوں ممالک اگر اپنی عوام کی بھلائی کا سوچیں تو بھارت میں کروڑوں لوگ گھر میں بیت

الخلاء استعمال کر سکیں گے اور ہمیں بھی ہسپتالوں میں جان بچانے کے لیے آپریشن کروانے کے لیے سفارش کو ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com